بسم اللہ الرحمان الرحیم

’’الغلام‘‘ سائٹ کے ایک قاری کامراسلہ بے کم وکاست اور بلاتبصرہ آپ سب کی جانکاری کیلئے پیش خدمت ہے

؎ آئینہ اُن کو دِکھایا تو بُرا مان گئے

ایک آئی۔سی۔ایس آفسر (کافر) کا طرز عمل

بمقابلہ

خدا کے بنائے ہوئے ’’خلفائے احمدیت‘‘ (حقیقی مسلمان) کے طرز عمل

(قدرت اللہ شہاب کی کتاب ’’شہاب نامہ‘‘ سے دو اقتباسات سلسلہ ملاقاتی۔قارئین ’’الغلام‘‘ کی خدمت میں بحوالہ صفحات ۵۱۸تا۵۱۹ اور ۵۲۰تا۵۲۳)

۵۱۸

ایک روز ایک بے حد مفلوک الحال بڑھیا آئی۔ رو رو کر بولی کہ میری چند بیگھہ زمین ہے، جسے پٹواری نے اپنے کاغذات میں اس کے نام منتقل کرنا ہے لیکن وہ رشوت لئے بغیر یہ کام کرنے سے انکاری ہے۔ رشوت دینے کی توفیق نہیں۔ تین چار برس سے وہ طرح طرح کے دفتروں میں دھکے کھا رہی ہے لیکن کہیں شنوائی نہیں ہوئی۔

اس کی دردناک بپتا سُن کر میں نے اسے اپنی کار میں بٹھایا اور جھنگ شہر سے ساٹھ ستر میل دُور اس کے گاؤں کے پٹواری کو جا پکڑا۔ ڈپٹی کمشنر کو اپنے گاؤں میں یوں اچانک دیکھ کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ پٹواری نے سب کے سامنے قسم کھائی کہ یہ بڑھیا بڑی شر انگیز عورت ہے اور زمین کے انتقال کے بارے میں جھوٹی شکایتیں کرنے کی عادی ہے۔ اپنی قسم کی عملی طور پر تصدیق کرنے کے لئے پٹواری اندر سے ایک جزدان اٹھا کر لایا اور اسے اپنے سر پر رکھ کر کہنے لگا، ’’حضور دیکھئے میں اس مقدس کتاب کو سر پر رکھ کر قسم کھاتا ہوں۔‘‘

۵۱۹

گاؤں کے ایک نوجوان نے مسکرا کر کہا۔ ’’جناب ذرا یہ بستہ کھول کر بھی دیکھ لیں۔‘‘

ہم نے بستہ کھولا، تو اس میں قرآن شریف کی جلد نہیں بلکہ پٹوار خانے کے رجسٹر بندھے ہوئے تھے۔ میرے حکم پر پٹواری بھاگ کر ایک اور رجسٹر لایا اور سر جھکا کر بڑھیا کی انتقال اراضی کا کام مکمل کر دیا۔

میں نے بڑھیا سے کہا، ’’بی بی، لو تمہارا کام ہو گیا۔ اب خوش رہو۔‘‘

بڑھیا کو میری بات کا یقین نہ آیا۔ اپنی تشفی کے لئے اس نے نمبردار سے پوچھا، ’’کیا سچ مچ میرا کام ہو گیا ہے؟‘‘

نمبردار نے اس بات کی تصدیق کی تو بڑھیا کی آنکھوں سے بے اختیار خوشی کے آنسو بہنے لگے۔ اس کے دوپٹے کے ایک کونے میں کچھ ریزگاری بندھی ہوئی تھی۔ اس نے اسے کھول کر سولہ آنے گن کر اپنی مٹھی میں لئے اور اپنی دانست میں دوسروں کی نظر بچا کر چپکے سے میری جیب میں ڈال دیئے۔ اس ادائے معصومانہ اور محبوبانہ پر مجھے بھی بے اختیار رونا آ گیا یہ دیکھ کر گاؤں کے کئی دوسرے بڑے بوڑھے بھی آبدیدہ ہو گئے۔

یہ سولہ آنے واحد ’’رشوت‘‘ ہے جو میں نے اپنی ساری ملازمت کے دوران قبول کی۔ اگر مجھے سونے کا ایک پورا پہاڑ بھی مل جاتا، تو میری نظر میں ان سولہ آنوں کے سامنے اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوتی۔ میں نے ان آنوں کو ابھی تک خرچ نہیں کیا۔ کیونکہ میرا گمان ہے کہ یہ ایک ایسا متبرک تحفہ ہے جس نے مجھے ہمیشہ کے لئے مالا مال کر دیا ہے۔

محمودی تاریخ احمدیت میں ایک لوکل جماعتی سیکرٹری سے لے کر خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ تک کسی ایک عہدیدار کو بھی کیا اس رنگ میں نظام جماعت کے ستائے ہوئے کسی مظلوم اور مجبور احمدی کی مدد کرنے کی توفیق ملی ہے؟ کوئی ایک مثال؟

۵۲۰

ایک روز ایک پرائمری سکول کا استاد رحمت الٰہی آیا۔ وہ چند ماہ کے بعد ملازمت سے ریٹائر ہونے والا تھا۔ اس کی تین جوان بیٹیاں تھیں۔ رہنے کے لئے اپنا گھر بھی نہیں تھا۔ پنشن نہایت معمولی ہو گی۔ اسے یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ ریٹائر ہونے کے بعد وہ کہاں رہے گا؟ لڑکیوں کی شادیاں

۵۲۱

کس طرح ہو سکیں گی؟ کھانے پینے کا خرچ کیسے چلے گا؟ اس نے مجھے سرگوشی میں بتایا کہ پریشانی کے عالم میں وہ کئی ماہ سے تہجد کے بعد رو رو کر اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں فریادیں کرتا رہا ہے۔ چند روز قبل اُسے خواب میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ جس میں حضورؐ نے فرمایا کہ تم جھنگ جا کر ڈپٹی کمشنر کو اپنی مشکل بتاؤ۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

پہلے تو مجھے شک ہوا کہ یہ شخص ایک جھوٹا خواب سُنا کر مجھے جذباتی طور پر بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرے چہرے پر شک اور تذبذب کے آثار دیکھ کر رحمت الٰہی آبدیدہ ہو گیا اور بولا۔ ’’جناب میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ اگر جھوٹ بولتا تو اللہ کے نام پر بولتا۔ حضورؐ رسُولِ پاکؐ کے نام پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہوں؟‘‘

اس کی اس منطق پر میں نے حیرانی کا اظہار کیا، تو اس نے فوراً کہا، ’’آپ نے سُنا نہیں کہ باخدا دیوانہ و با مصطفےٰ ہشیار باش۔‘‘

یہ سُن کر میرا شک پوری طرح رفع تو نہ ہوا لیکن سوچا کہ اگر یہ شخص غلط بیانی سے بھی کام لے رہا ہے تو ایسی عظیم ہستی کے اسمِ مبارک کا سہارا لے رہا ہے جس کی لاج رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔ چنانچہ میں نے رحمت الٰہی کو تین ہفتہ کے بعد دوبارہ میرے پاس آنے کے لئے کہا۔ اس دوران میں نے خفیہ طور پر اس کے ذاتی حالات کا کھوج لگایا اور یہ تصدیق ہو گئی کہ وہ اپنے علاقے میں نہایت سچا، پاکیزہ اور پابند صوم و صلوٰۃ آدمی مشہور ہے اور اس کے گھریلو حالات بھی وہی تھے جو اس نے بیان کئے تھے۔

اس زمانے میں کچھ عرصہ کے لئے صوبائی حکومت نے ڈپٹی کمشنروں کو یہ اختیار دے رکھا تھا کہ سرکاری بنجر زمین کے آٹھ مربعے تک ایسے خواہشمندوں کو طویل میعاد پر دیئے جا سکتے ہیں جو انہیں آباد کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ میں نے اپنے مال افسر کو بُلا کر کہا کہ وہ کسی مناسب جگہ کراؤن لینڈ کے ایسے آٹھ مربعے تلاش کرے جنہیں جلد از جلد زیر کاشت لانے میں کوئی خاص دشواری پیش نہ آئے۔ غلام عباس مال افسر نے غالباً یہ سمجھا کہ شاید یہ اراضی میں اپنے کسی عزیز کو دینا چاہتا ہوں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس

۵۲۲

نے پکی سڑک کے قریب نیم آبادی زمین ڈھونڈ نکالی اور رحمت الٰہی کے نام الاٹمنٹ کی ضروری کارروائی کر کے سارے کاغذات میرے حوالے کر دیئے۔

دوسری پیشی پر جب رحمت الٰہی حاضر ہوا تو میں نے یہ نذرانہ اس کی خدمت میں پیش کر کے اسے مال افسر کے حوالے کر دیا کہ قبضہ وغیرہ دلوانے اور باقی ضروریات پوری کرنے میں وہ اس کی پوری پوری مدد کرے۔

تقریباً نو برس بعد میں صدر ایوب کے ساتھ کراچی میں کام کر رہا تھا کہ ایوان صدر میں میرے نام ایک رجسٹرڈ خط موصول ہوا۔ یہ ماسٹر رحمت الٰہی کی جانب سے تھا کہ اس زمین پر محنت کر کے اس نے تینوں بیٹیوں کی شادی کر دی ہے اور وہ اپنے اپنے گھر میں خوش و خرم آباد ہیں۔ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ حج کا فریضہ بھی ادا کر لیا ہے اور اپنے گزارے اور رہائش کے لئے تھوڑی سی ذاتی زمین خریدنے کے علاوہ ایک کچا سا کوٹھا بھی تعمیر کر لیا ہے۔ ایسی خوشحالی میں اب اسے آٹھ مربعوں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ اس الاٹمنٹ کے مکمل کاغذات اس خط کے ساتھ واپس ارسال ہیں تاکہ کسی اور حاجت مند کی ضرورت پوری کی جا سکے۔

میں یہ خط پڑھ کر کچھ دیر تک سکتے میں آ گیا۔ میں اسی طرح گم سُم بیٹھا تھا کہ صدر ایوب کوئی بات کرنے کے لئے میرے کمرے میں آ گئے۔

’’کس سوچ میں گم ہو؟‘‘ انہوں نے میری حالت بھانپ کر پوچھا۔

میں نے انہیں رحمت الٰہی کا سارا واقعہ سُنایا تو وہ بھی نہایت حیران ہوئے۔ کچھ دیر خاموشی طاری رہی پھر وہ اچانک بولے۔ ’’تم نے بڑا نیک کام سرانجام دیا ہے۔ میں نواب صاحب کو لاہور ٹیلیفون کر دیتا ہوں کہ وہ یہ اراضی اب تمہارے نام کر دیں۔‘‘

میں نے نہایت لجاجت سے گزارش کی کہ میں اس انعام کا مستحق نہیں ہوں۔

یہ سُن کر صدر ایوب حیرانی سے بولے، ’’تمہیں زرعی اراضی حاصل کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں؟‘‘

’’جی نہیں سر۔‘‘ میں نے التجا کی۔ ’’آخر میں فقط دو گز زمین ہی کام آتی ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں

۵۲۳

کسی نہ کسی طرح مل ہی جاتی ہے۔‘‘

میرا اندازہ ہے کہ میری یہ بات سُن کر صدر کچھ چڑ سے گئے۔ زمین حاصل کرنے کے وہ خود بڑے رسیا تھے۔

(۱) ہم نے قریباً سو سال سے ایک مجدد اعظم حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پر ایمان لایا ہوا ہے۔ کیا ہم میں بھی عملی رنگ میں رحمت الٰہی ’’کافر‘‘ ایسی کوئی ایک آدھ متقی کی مثال مل سکتی ہے؟ میرے علم میں نہیں۔ اگر کسی کے علم میں ہو تو وہ مجھے بھی بتائے۔

(۲) سورۃ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ۔مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۃ جمعہ:۶) جن لوگوں پر تورات کی اطاعت واجب کی گئی ہے مگر باوجود اسکے انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، اُن کی مثال گدھے کی ہے، جس نے بہت سی کتابیں اُٹھائی ہوتی ہیں۔ اللہ کے احکام کا انکار کرنے والی قوم کی حالت بہت بُری ہوتی ہے اور اللہ ظالم قوم کو کبھی کامیابی کا منہ نہیں دکھاتا۔ اور آج بعینہٖ یہی حال نظام جماعت کے محمودی مولویوں کا ہے۔ انکے پاس شاہد کی ڈگری بھی ہوتی ہے اور کتابیں بھی بغل میں ہوتی ہیں لیکن انکے پلے ہوتا کچھ نہیں۔ یہودی مولویوں کی طرح ’’گدھے کے گدھے‘‘۔ ان میں ایک محمودی مولوی ایسا بھی ہے جس کا اکثر رونا یہ ہے کہ میرے پاس ’’کھوتے‘‘ جتنی بڑی ڈگری ہے لیکن لوگ مجھے پھر بھی مولوی کہہ کر پکارتے ہیں۔ ایک دفعہ یہی کھوتا نما مولوی میری کتابوں کی الماری میں ’’شہاب نامہ‘‘ دیکھ کر چھوٹتے ہی مجھے کہنے لگا کہ کیا آپ نے اِس (نعوذ باللہ) خبیث (قدرت اللہ شہاب) کو پڑھا ہے؟ میں نے بڑے افسوس کیساتھ اس کے منہ کی طرف دیکھا اور دل میں اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْن پڑھتے ہوئے کہا کہ ہاں۔ میرا احباب جماعت سے یہ سوال ہے کہ کیا نظام جماعت کے یہی با اخلاق مولوی صاحبان ہیں جنہوں نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہے؟

(۳) قدرت اللہ شہاب خاندان سادات سے تعلق نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی آنحضورﷺ آپ کے نانا یا دادا تھے۔ جب ایک غریب آدمی نے آنحضرتﷺ سے متعلقہ ایک خواب آپ کو سنایا تو (نعوذ باللہ) ’’اس کافر‘‘ نے اسم محمدﷺ کی لاج رکھی اور اپنے دائرہ اختیار کے مطابق اس غریب آدمی سے حسن سلوک فرمایا۔ میرے علم کے مطابق کتاب ’’غلام مسیح الزماں‘‘ کے مصنف نے بھی اپنی کتاب میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ سے متعلقہ ایک خواب کا ذکر کیا ہے۔ یہ خواب جس طرح مصنف نے بیان کی ہے اسکے بعد اس خواب کے نفسانی ہونے کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے مزید پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خواب کے مضمون کی ایک خلیفہ کے منظوم کلام میں اسی سے تصدیق بھی فرما دی تھی۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب کے مصنف کیساتھ کسی زمانے میں اسی خلیفہ بننے والے شخص نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ اگر کبھی کوئی مشکل پیش آئے تو میرے پاس آنا۔ لیکن کتاب کا یہ مصنف جب اپنی یہ خواب جس میں اسی خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کا محترم داداؑ خواب بین کو اپنی دعا میں شامل فرماتا ہے اس خلیفے کے آگے بیان کرتا ہے تو پھر خدا کے بنائے ہوئے اس حقیقی مسلمان اور پوتے خلیفے نے اپنے داداؑ کی کیا لاج رکھی؟ اس نے اپنے داداؑ سے متعلقہ خواب بین سے جو سلوک فرمایا وہ سب اس کے جوابی خط میں ظاہر و باہر ہے۔

(۴) ہم سب امام آخر الزماں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پر ایمان لائے ہیں۔ اس ایمان کی بدولت ہمارے تقوی کا کیا معیار ہے؟ کیا ہم سو سالہ محمودی تاریخ احمدیت میں اپنے نظام میں ایک ادنیٰ لوکل سیکرٹری سے لے کر محمودی خلفاء تک کسی ایک انسان کی بھی ایسی مثال دے سکتے ہیں جس کے تقوی کا معیار کم از کم ’’ایک کافر‘‘ قدرت اللہ شہاب کے برابر ہو۔ اگر نہیں تو پھر سوچنے کا مقام ہے کہ کچھ غلط لوگوں کی غلط قیادت ہمیں کہاں لے گئی ہے؟

؎ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

فقط

ایک قاری

۱۸۔دسمبر ۲۰۰۶ء